مولنا حافظ سعید احمد صاحب
درجۂ تبلیغ

اسلامی معاشیات

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قارئین کرام! معیشت کا مسئلہ اس قدر اہم ہے کہ دنیا کا کوئی مذہب اسے نظر انداز نہیں کر سکا اور نہ ہی کوئی تحریک اسے پس پشت کر سکی۔ ہر مذہب و ملت نے اپنا ایک معاشی نظام پیش کرنے کی کوشش کی۔ دنیا کو قائل کرنے کی کافی جدوجہد کی مگر اسلام کے بغیر تمام مذاہب نامکمل ہونے کی بناء پر کوئی تسلی بخش اقتصادی نظام پیش نہ کر سکے اسلام چونکہ دین فطرت ہے اور مکمل طور پر ضابطہ حیات ہے اس لیے اس نے ہر پہلو پر پوری رہنمائی کی۔ جہاں اخروی کامیابی پر متنبہ کیا وہاں دنیاوی فلاح و بہبودی کی راہ دکھائی اور امتزاج حسین کی صورت میں حکیمانہ گائیڈ فرمائی۔ بلکہ اگر یہ کہا جائے تو مبالغہ نہ ہوگا کہ دین اسلام دین و دنیا کا ایک مضبوط سنگم ہے ارشاد باری ہے۔

رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّفِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً (بقرہ) اے اللہ ہمیں دنیا اور آخرت میں بھلائیوں سے نواز۔

اس وقت تقابل ادیان کر کے اسلام کا اقتصادی و معاشی نظام پیش کیا جائے گا۔ نیز دور حاضر کی معاشی تحریکات کو سامنے لاتے ہوئے اسلام کا نظریہ اجاگر کیا جائے گا اور فیصلہ حق و باطل، صدق و کذب قارئین کرام کے سپرد کر کے مقالہ کو ختم کیا جائے گا۔

مضمون شروع کرنے سے پہلے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ معاشیات کے متعلق تھوڑا تعارف کرا دیا جائے تاکہ مضمون کی اہمیت کے ساتھ اس کا اجمالی خاکہ مستحضر ہو جائے۔

علم معیشت کی تعریف:۔

علم معیشت وہ علم ہے جس میں انسانی ضروریات زندگی اور انہیں پورا کرنے کے طریقوں پر سیر حاصل بحث کی جائے یعنی یہ بتایا جائے کہ انسان فطرتاً کن اشیاء کی طرف محتاج ہے۔ اور انہیں کس طرح پورا کیا جائے ان کو حاصل کرنے کے لیے جدوجہد اور سعی کا کیا طریقہ ہے۔

موضوع:-

اس علم کا موضوع "انسان کی ضروریات اور انہیں پورا کرنے کی جدوجہد" ہے اس علم کا موضوع جیسا کہ بعض نے کہا ہے صرف دولت نہیں۔ ہاں دولت کو دخل ضرور ہے اس کی حیثیت اس علم وہی ہے جو کہ ادویہ کی علم طب میں۔ گویا دولت موضوع سے متعلق ضرور ہے مگر بذات خود موضوع نہیں۔

غرض و غایت:-

اس علم کی غرض و غایت یہ ہے کہ انسان ضروریات زندگی کی تکمیل کرتے ہوئے اور خطرات سے مامون رہ کر پُرمسرت زندگی بسر کر سکے۔

آیئے مذاہب عالم کی تاریخ پر ایک نظر ڈالیں اور دیکھیں ان میں سے ہر ایک نے اس کا کیا حل پیش کیا ہے۔

مذاہبِ عالم:-

مذاہب عالم کی تاریخ میں اسلام کے علاوہ عیسائیت، یہودیت، ویدک دھرم، زرتشت بڑے بڑے مذاہب شمار ہوتے ہیں جن کی پشت پر ان کی اپنی مستقل تاریخ ہے اس لیے ہمارا موضوع سخن ان چاروں کے اندر محدود رہنا مناسب ہوگا۔

نصرانیت:-

ان مذاہب میں سے نصرانیت کی بنیاد یوحنا، متی، مرقس، لوقا حواریوں کی چار انجیلوں پر ہے ان چاروں اناجیل کی تعلیم کو بغور مطالعہ کرنے سے ہم پر یہ اثر پڑتا ہے کہ عیسوی عقیدے میں یہ بات نمایاں طور پر ملتی ہے کہ وہ بار بار لوگوں کو رہبانیت (ترک دنیا) کی تعلیم دیتا ہے اور ارباب ثروت و دولت کے لیے خدا کی بادشاہت میں کوئی حصہ تسلیم نہیں کرتا۔ چنانچہ ملاحظہ ہو۔

تم خدا اور دولت کی خدمت نہیں کر سکتے اس لیے میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ اپنی جان کا فکر نہ کرنا کہ ہم کیا کھائیں گے کیا پیئیں گے اور نہ اپنے بدن کا کیا پہنیں گے۔ کیا جان خوراک سے، بدن پوشاک سے بڑھ کر نہیں۔ ہوا کے پرندوں کو دیکھو کہ نہ بوتے ہیں نہ کاٹتے ہیں اور نہ کوٹھیوں میں جمع کرتے ہیں۔ تو بھی تمہارا آسمانی باپ ان کو کھلاتا۔ کیا تم ان سے زیادہ قدر نہیں رکھتے۔[1]

[1] انجیل متی ۶: ۲۴، ۲۶

آگے دیکھیے " پھر اس نے اپنے شاگردوں سے کہا اس لیے میں تم سے کہتا ہوں کہ اپنی جان کی فکر نہ کرو کہ ہم کیا کھائیں گے اور نہ اپنے بدن کا کہ کیا پہنیں گے کیونکہ جان خوراک سے بڑھ کر ہے اور بدن پوشاک سے[1]

اور ملاحظہ ہو " میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ دولت مند کا آسمان کی بادشاہت میں داخل ہونا مشکل ہے اور پھر میں تم سے کہتا ہوں کہ اونٹ کا سوئی کے ناکے میں سے نکل جانا اس سے آسان ہے کہ دولت مند خدا کی بادشاہت میں داخل ہو"[2]

غرضیکہ عہد نامہ جدید (اناجیل اربعہ) کا پورا مطالعہ کرنے کے بعد صرف اسی قدر معلوم ہوتا ہے کہ مسیحیت سرمایہ داری کو قطعًا ناپسند کرتی ہے اور ان میں کوئی قانونی و عملی نقشہ مذکور نہیں کہ جس کو سامنے رکھ کر اقتصادی عادلانہ نظام مرتب کیا جا سکے اور ایک دین دار اور خدا رسیدہ انسان کو بہترین دنیادار بنا کر جماعتی زندگی کا مفید جزء بنایا جا سکے بلکہ اس کے برعکس اس سے صرف رہبانیت اور دنیا کشی کی تعلیم نکلتی ہے اور بس۔ اور ایک دین دار اور خدا رسیدہ انسان کو بہترین دنیادار بنانے اور جماعتی زندگی میں کسی بہتر مالی نظام قائم کرانے کی اس میں مطلق گنجائش نظر نہیں آتی۔

عیسائیت کا معاشی نظام آپ نے دیکھ لیا اب یہودیت کا ملاحظہ ہو۔

یہودیت:۔

عہد نامہ جدید (انجیل) کے بعد عہد نامہ قدیم (توراۃ) کو لے لیجیے اور اس کے ابواب "قاضیوں اور سلاطین" کا غائر نظر سے مطالعہ کیجیے جو حکومت سے متعلق ہیں۔ تو کسی ایک مقام میں بھی اقتصادی نظام کی جھلک نظر نہ آئے گی ان کی پوری داستان یا دشمنوں سے مقابلہ کرنے اور ان پر غالب آنے سے متعلق ہے یا بادشاہت کے جاہ و حشم، دولت ثروت، صولت و شوکت کی مدح و منقبت سے معمور ہے اور ان دونوں ابواب کے علاوہ جو اس مسئلہ کے خصوصی مواقع ہو سکتے تھے پورے عہد نامہ میں کوئی ایسا مقام نہیں کہ جہاں چند اصول یا چند احکام اس نظام کے لیے حاصل کیے جا سکیں یا کم از کم عہد نامہ جدید کی طرح سرمایہ داری کی مذمت کرتے ہوئے اخلاقی سرمایہ بہم پہنچایا جا سکے۔

علاوہ ازیں عہد نامہ جدید و قدیم میں ایک بات نمایاں اور امتیازی طور پر یہ بھی نظر آتی ہے کہ ان میں شراب کا استعمال کا صرف جواز ملتا ہے۔ بلکہ مقدس نبیوں اور رسولوں کی ضیافتوں میں بھی اس کا استعمال تقدس اور برکت کی شکل میں ظاہر کیا گیا ہے جس سے بآسانی نتیجہ نکل سکتا ہے کہ اس نظام میں شراب کی خرید و فروخت اور عام بیع و شرا، اور استعمال اقتصادی زندگی کے لیے مفید سمجھا گیا ہے بلکہ معاشرتی زندگی کا ایک اہم جزء مانا گیا ہے حالانکہ معاملہ برعکس ہے۔ شراب سے اقتصادی نظام بگڑتا ہے۔ اور معاشرہ تباہ ہوتا ہے۔ توراۃ اور انجیل میں ایک چیز مشترک یہ بھی ملتی ہے کہ سودی کاروبار کو نہ صرف جائز قرار دیا بلکہ جگہ جگہ اس کی تلقین کی گئی۔

۱؎ لوقا ۱۲: ۱۵، ۲۱ ۲؎ متی ۹: ۲۳، ۲۶،

یہ تھا یہودیت کا اقتصادی نظام کہ جس میں معاشرہ کی تباہی مقدر ہے، سود ہے، شراب ہے یا شان و شوکت کا نشہ کہ خوب خونریزی کرو اور رعب کا سکہ جماؤ۔

اب ذرا ایک نظر زرتشتی تعلیم کا مطالعہ کر لیجیے۔

زرتشت:-

زرتشتی تعلیم کی الہامی کتب "ژند اور اوستا" یا "دساتیر آسمانی" کے مطالعہ سے تورات اور انجیل کی طرح مایوسی کے سوا کچھ نظر نہیں آتا ان میں اقتصادی نظام کے متعلق تو کیا تعلیم دی جاتی۔ البتہ ظالمانہ طریق پر حصول دولت و ثروت کی ہجو و مذمت کا ذکر ضرور ہے اور احکام و قوانین کی صورت میں اقتصادی نظام کی تربیت میں مطلق کوئی مدد نہیں ملتی اور نہ معاشی اصلاح کا کوئی سبق ملتا ہے۔

ویدک دھرم:-

اسی طرح ویدوں کی کتاب سنسکرت کے تراجم "ستیارتھ پرکاش" اور "آدی بھاشیہ بھومکا" کے مطالعہ سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ ان میں بھی دولت مندوں کے بے جا مظالم کے خلاف چند پند و نصائح یا ان کے مقابلہ میں جنگ کے علاوہ اقتصادی نظام کے لیے احکام و قوانین کی دفعات و جزئیات کی شکل میں کچھ بھی نظر نہیں آتا۔

علاوہ ازیں "منو" کا قانون کہ جس پر ہندوستان کے مشہور و قدیم مذاہب کے نظام تمدن کی اساس قائم ہے ایک حد تک سود کی اجازت ملتی ہے اور وراثت میں تقسیم مال کی بجائے مشترک خاندان کے نام سے کنز اور جمع دولت کو جائز قرار دیتا ہے اور اس طرح مذموم سرمایہ داری کو دھرم کی پناہ مل جاتی ہے۔

اس جگہ مذاہب عالم کے ان شواہد و نظائر پیش کرنے سے مقصود صرف اتنا ہے کہ اقتصادی نظام کی بنیاد اور نصب العین کے پیش نظر، نیز سرمایہ و محنت اور سرمایہ دار و غریب سے متعلق جدید و قدیم کشمکش کے متعلق مذہب اور دھرم کی معرفت قانونی و اخلاقی دونوں طریقوں سے جس قدر صاف اور تفصیلی حل اسلام کے اقتصادی نظام میں پایا جاتا ہے۔ دوسرے مذاہب اس سے قاصر ہیں۔ بلکہ اکثر مذاہب و ادیان موجودہ میں مذہب کی معرفت اقتصادی نظام کا وجود ہی مفقود ہے اب موازنہ کے لیے اختصار کے ساتھ اسلام کا اقتصادی و معاشی نظام پیش کیا جاتا ہے اور تفصیلی خاکہ جدید نظریے پیش کر کے بتایا جائے گا۔

اسلامی اقتصادی نظام:۔

انسان چونکہ انس سے مشتق ہے اس لیے یہ فطرتاً مدنی الطبع واقع ہوا ہے اور ابتدائے آفرینش سے عمرانی زندگی کی طرف میلان رکھتا ہے اور میل جول کے ساتھ زندگی گزارنا پسند کرتا ہے اور تنہائی و اکیلے پن سے طبعاً متنفر ہے۔

علامہ ابن خلدون نے کہا ہے ان الاجتماع الانسانی ضروری (انسان کے لیے اجتماعی زندگی ناگزیر ہے) اور حکمار نے فرمایا ہے الانسان مدنی الطبع ٥ (انسان طبعاً عمرانی زندگی کو پسند کرتا ہے) عمرانی زندگی انسان کے رگ و ریشہ میں داخل ہے۔ چونکہ عمرانیات انسان کی سرشت میں داخل تھی اس لیے اللہ تعالےٰ نے اس کو زمین میں خلیفہ بنا کر بھیجا تاکہ یہ زمین میں جا کر عمرانی زندگی کو اپناتے ہوئے زمین کی تمام اشیاء کو استعمال میں لائے۔

ارشاد باری ہے۔

(۱) واذ قال ربک للملئکۃ انی جاعل فی الارض خلیفۃ (بقرۃ) اور جب تیرے رب نے ملائکہ کو فرمایا کہ میں زمین میں اپنا ایک نائب (ابوالبشر آدمؑ) بنانے والا ہوں۔

(۲) ھوالذی جعلکم خلائف فی الارض (انعام) اللہ وہ ذات ہے جس نے تم کو زمین میں خلیفہ مقرر کیا۔

(۳) ثم جعلنا کم خلائف فی الارض (یونس) پھر ہم نے تمہیں زمین میں اپنا نائب بنایا۔

آیات بالا سے ثابت ہوا کہ انسان زمین میں خلیفہ بنا کر بھیجا گیا ہے اور یہ زمین کا مالک (مجازی) ہے اس لیے وہ زمین کی تمام پیداوار سے متمتع ہوگا۔ ہر قسم کے غلہ جات، میوہ جات اور تمام پوشیدہ خزانوں سے فائدہ اٹھائے گا اور زمین میں تمام انتظامات کر کے خلافت کا حق ادا کرے گا ایسا نہیں کہ راہب بن کر غاروں میں، ویرانوں میں بھوکا اور ننگا زندگی بسر کرے نہ کھائے، نہ پیئے، نہ پہنے اور گوشہ نشین بن کر اللہ کی یاد کرتا رہے اگر ایسا کرنا تھا تو اللہ کی یاد کے لیے ملائکہ کیا کم تھے انسان کو پیدا کرنے کی ضرورت ہی کیا تھی اور پھر زمین میں خلیفہ بنانے کا کیا مقصد تھا۔ انسان کو پیدا کر کے زمین میں خلیفہ بنانے کا مقصد یہی تھا۔ کہ انسان زمین میں جا کر پوری زمین آباد کرے اس کی تمام اشیاء سے فائدہ اٹھائے محنت کرے خود کھائے اوروں کو کھلائے اور حقیقت میں انسان بن کر دنیا کا مداوا کرے۔ اور اللہ تعالےٰ کا شکر بجالاتے ہوئے اس کے احکام کی پابندی کرے۔

کسی نے کیا ہی خوب فرمایا ہے

دردِ دل کے واسطے پیدا کیا اِنسان کو ورنہ طاعت کے لیے کچھ کم نہ تھے کروبیاں

اللہ تعالےٰ ارشاد فرماتا ہے۔

هو الذی جعل لکم ما فی الارض جمیعًا ط (بقرہ)   اللہ تعالٰی وہ ذات ہے جس نے زمین و ما فیہا کو صرف تمہارے لیے بنایا۔

انسان زمین و ما فیہا کا مالک ہے اس لیے اس نے ارضی جملہ اشیاء کو بروئے کار لاتے ہوئے ترقی کے زینوں پر گامزن ہونا موجودہ زمانے کی تمام جدید تحقیقات اسی کا پیش خیمہ ہیں حقیقت یہ ہے کہ زمین کے تمام خزانے جب تک استعمال میں نہیں لائے جائیں گے قیامت کا قیام ہی نہیں ہوگا۔

اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے۔

واخرجت الارض اثقالھا (زلزال)   اور زمین اپنے تمام خزانے نکال پھینکے گی۔

ان حقائق اور صداقتوں پر صرف مذہب اسلام نے آگاہی کی دیگر تمام ادیان اس سے سرد مہری اختیار کی اور یہی ان کے باطل ہونے کی بیّن دلیل ہے۔

اسلامی تعلیمات نے انسان کی پرواز کو صرف زمین تک محدود نہیں کیا بلکہ آسمان و ما فیہا کی نشان دہی فرمائی۔ اور فرمایا اے انسان تیرے تابع صرف زمین ہی نہیں بلکہ آسمان اور اس کے تمام مزینات سورج، چاند اور ستارے سب تیرے تابع ہیں۔

ارشاد ہوا۔

وسخر لکم ما فی السموات وما فی الارض جمیعًا منہ (جاثیہ) اور اس نے زمین و آسمان و ما فیہا کو تمام تمہارے تابع کیا۔

نکتہ:-

زمین و آسمان کی جملہ اشیاء انسان کے لیے ہیں لیکن ان کے فوائد جدا جدا ہیں۔ اللہ تعالٰی نے جہاں زمین کا ذکر کیا وہاں انسان کی خلافت کا ذکر فرمایا۔ جہاں آسمان کا ذکر کیا وہاں خلافت کا ذکر نہیں صرف تسخیر کا ذکر ہے اشارہ اس طرف ہے کہ انسان کو بتاتا ہے کہ تیری خلافت اور جملہ ترقی صرف زمین میں ہے۔ تیری زندگی اور موت اسی سے وابستہ ہے۔

ارشاد ہوا۔

منھا خلقنٰکم وفیھا نعیدکم ومنھا نخرجکم (طٰہٰ) زمین سے ہم نے تمہیں پیدا کیا اسی میں تمہیں واپس کریں گے اور اسی سے نکالیں گے۔

اسی لیے حضرت عیسٰی علیہ السلام اللہ تعالٰی کی کسی حکمت کے تحت اس وقت آسمانوں پر جلوہ گر ہیں مگر قرب

قیامت میں زمین پر تشریف لائیں گے اور زمین میں مدفون ہوں گے آسمان پر انسان کی خلافت ممکن ہی نہیں آسمان اور اس کی جملہ مزینات انسان کے خادم اور فرمانبردار ہیں اور زمین کی پیداوار ہیں صرف معاون و مددگار ہیں۔

پیر سعدیؒ نے ارشاد کیا۔

ابر و باد و مہ و خورشید ہمہ در کار اند　　　تا تو نانے بکف آری و بغفلت نخوری

بہر صورت انسان فطری تقاضوں کو پورا کرنے کے لیے ایسے لائحہ عمل اور دستورالعمل کا خواہش مند ہے جو اس کی صحیح ترجمانی کرے۔ اور اسے دنیا اور آخرت کی تمام کامرانیوں سے ہم کنار کرے۔ اور وہ صرف دین اسلام ہے۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

اعمل لدنیاك كأنك تخلد واعمل للاخرتك كأنك تموت غداً ۵ (کنزالاعمال) فرمایا دنیاوی کام اس طرح سرانجام دو کہ گویا تم ہمیشہ ہمیشہ رہو گے اور آخرت کے لیے بھی اس طرح کمربستہ رہو کہ گویا کل مرجاؤ گے۔

اسلام فلاح دارین کا ضامن ہے فانی اور لازوال دونوں زندگیوں میں انسان کو کامیاب دیکھنا چاہتا ہے دنیا اور آخرت میں سربلندی کا سہرا انسان کے گلے میں ڈالنا چاہتا ہے۔ صرف آخرت کی تلقین نہیں کرتا بلکہ دنیا میں بھی کامران زندگی کا سبق دیتا ہے۔ ایسا نہیں کہ دنیا میں دوسروں کے دست نگر بنے رہو اور ایک ایک ٹکڑے کے محتاج رہو ترک دنیا کا لبادہ اوڑھ کر دوسروں کے سہارے ہاتھ پہ ہاتھ رکھ کر بیٹھ رہنا اسلامی نظریے کے سراسر خلاف ہے۔

ایک واقعہ:۔

آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت عالیہ میں ایک سائل آیا آپ نے فرمایا تمہارے پاس کچھ ہے عرض کی ایک ٹاٹ اور ایک پیالہ۔ فرمایا دونوں لاؤ۔ لائے گئے آپ نے اعلان فرمایا من یشتری هذين ۵ ان دونوں کو کون خرید کرتا ہے۔ ایک صحابی نے عرض کی انا اخذ بدرهم میں ایک درہم میں لیتا ہوں۔ آپ نے فرمایا من یزید علی درهم ایک درہم پر کون زیادہ کرتا ہے۔ بالآخر دو درہم پر بولی ختم ہوئی آپ نے وہ دونوں درہم سائل کو دیتے ہوئے فرمایا اشتر بأحدهما طعاما فانبذه الى اهلك ۵ ایک سے کھانا خرید کر اپنے اہل و عیال کے حوالے کرو واشتر بالاخرة قدوماً اور دوسرے سے کلہاڑے خرید کر میرے پاس لاؤ۔ چنانچہ وہ کلہاڑا لے کر حاضر خدمت ہوا فشد عوداً بیده آپ نے اپنے ہاتھ سے اس میں دستہ لگایا اور فرمایا ناحتطب وبع ولا ارينك خمسة عشر يوماً جاؤ لکڑیاں کاٹ کر بیچو اور میں تمہیں پندرہ دن تک نہ دیکھنے پاؤں اس کے بعد ارشاد فرمایا هذا خير لك من ان تجی

والمسئلة نکتة فی وجھہٖ یوم القیامة یہ طریقہ تمہارے لیے اس سے بہتر ہے کہ تم قیامت کے دن اس حال میں آؤ کہ تمہارے چہرے پر سوال کا دھبہ ہو۔ اسلام نے دین و دنیا کا کمال لازوال سکھایا۔ اور تعلیم دی کہ خوب خوش حال رہو خود کماؤ، کھاؤ اور دوسروں کو کھلاؤ۔ اور اقتصادی ایسا مکمل نظام پیش کیا جس میں محض اعتدال ہے شراب خوری۔ سود۔ جؤا۔ ظلم و ستم۔ خون خرابہ تمام وہ اشیاء جن سے معاشرہ کی تباہی مقدر ہے منع کر دیا۔

حقیقت رہبانیت :۔

اسلام نے مغربی راہبانہ اور مشرقی جوگیانہ زندگی کی شدید ترین مذمت بیان کی ہے۔ ارشاد نبوی ہے۔
لا رھبانیت فی الاسلام ؕ اسلام میں رہبانیت (ترک دنیا) جائز نہیں۔
اللہ تعالےٰ نے راہبانہ زندگی گذارنے والوں کی اس طرح مذمت فرمائی۔
رھبانیة ن ابتدعوھا ما کتبنا ھا علیھم (حدید) رہبانیت کو انہوں نے خود گھڑ لیا تھا ہماری طرف سے اس کے متعلق کوئی حکم نازل نہیں ہوا تھا۔

رہبانیت کا عقیدہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے بعد شکم پرور پادریوں نے خود گھڑ کر انجیل کا جزو بنا کر لوگوں کے سامنے پیش کیا اور اس کے دامن میں ہزاروں برائیوں کا ارتکاب کیا کرتے تھے۔ راہبانہ لبادہ اوڑھ کر غرباء اور سادہ لوح انسانوں کا خون چوستے اور مرغن غذائیں کھا کھا کر خوب پھول جاتے۔ مذہبی تعلیمات ان کے ہاتھوں کھلونا تھیں جن سے وہ دل بہلاتے، بیواؤں کے گھر نگلتے مذھاسے کے لیے نمازوں کو طول دیتے اور آپس میں ایک دوسرے کے خلاف رقیبانہ فتوے نکالتے اللہ تعالےٰ نے ان کے اس کردار قبیح کو اس طرح ذکر فرمایا۔
یا ایھا الذین امنوا ان کثیرًا من الاحبار والرھبان ؕ اے ایمان والو بہت سے احبار (مذہبی علماء) اور رہبان (مذہبی مشائخ)
لیأکلون اموال الناس بالباطل ویصدون عن سبیل اللہ (توبہ) یعنی ترک دنیا کے دعویدار لوگوں کے مال جھوٹ کے ذریعے کھاتے ہیں اور انہیں سیدھی راہ سے روکتے ہیں۔

یہی حال ہندوستان کے جوگیوں۔ بھکشوؤں۔ مونگیوں۔ دام مارگیوں۔ اگھوریوں کا ہے۔ کہ ترک دنیا کا نعرہ لگا کر سادہ لوح لوگوں کے مال حاصل کرتے ہیں۔ اور ذخیرہ اندوزی کر کے خوب عیاشی کرتے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ اس مغرب کے راہبانہ نظام اور مشرق کے جوگیانہ طریق میں ظلم و ستم مضمر ہے۔ کہ غریب کا گویا کچھ نہیں۔ اس کو دھوکے میں رکھ کر اس کے گاڑھے پسینہ کی کمائی سے اس کے پاس ایک حبہ بھی نہ

رہنے دیا جائے۔

قرآن وحدیث کی روشنی میں بغائر نظر دیکھا جائے۔ تو متعدد مقامات پر مسلمانوں کو ایسی سچی تعلیم دی جو افراط وتفریط سے منزّہ اور حکمتوں سے بھرپور ہے اور اعتدال کی راہوں پر اپنے پیروؤں کو گامزن کیا۔ نہ عمدہ لباس سے منع کیا۔ نہ اعلٰے سواری سے روکا اور نہ بہترین مکان سے منع کیا بلکہ حکم دیا کہ اسلامی اقداروں کو قائم رکھتے ہوئے اپنی شکوہ و عظمت کو برقرار رکھو اور زندگی کے ہر شعبہ میں خوب ترقی کرو۔ تجارت ہو یا زراعت۔ صنعت وحرفت ہو یا جدید تحقیق۔ کسی شعبہ میں دنیا والے تمہیں حقارت کی نظر سے نہ دیکھیں۔ یہاں پر تقابل مذاہب کرتے ہوئے اسلام کا اقتصادی نظام پیش کیا ہے اور یہ بات ثابت ہوگئی ہے کہ اسلام ہی فطری مذہب ہے جو انسان کی دنیا اور آخرت میں ہر پہلو پر پوری رہنمائی کرتا ہے۔

اب ذرا دورِ حاضر کے جدید تحریکات کے ساتھ اسلام کا موازنہ کیا جانا ضروری ہے۔ تاکہ معلوم ہو سکے کہ جس طرح اسلام کے مقابلہ میں کوئی مذہب صحیح نظام معیشت پیش نہیں کرسکا۔ اسی طرح اسلام کے علاوہ کوئی تحریک بھی اس مسئلہ کا صحیح حل پیش نہیں کرسکی۔

جدید نظریہ:۔

جب عیسائیوں کا ناقص دین جس میں دنیاداری کا کوئی نظام موجود نہ تھا زمانہ کا ساتھ نہ دے سکا۔ تو انہوں نے امور دنیا سرانجام دینے کے لیے ایک ایسے نظام کی طرح ڈالی جو اناجیل کی تعلیمات کے بالکل برعکس اور خلاف تھا۔ جس میں ظلم وستم اور معاشرہ کی تباہی معیشت عامہ کے فقدان کے سوا کچھ نہ تھا۔ اس کا نام ہے "سرمایہ دارانہ نظام" جب اس نظام کی بدولت بدحالی، غربت اور افلاس عام کا دَور دَورہ ہوا تو غرباء اور مزدوروں نے تنگ آکر علم بغاوت بلند کیا۔ اور مساوات، مساوات کا نعرہ لگایا۔ اس کے نتیجہ میں ایک دوسرے نظام نے انگڑائی لی اور کمیونزم وجود میں آیا۔

سرمایہ دارانہ نظام جسے کیتا زیت سے تعبیر کیا جاتا ہے یورپین ممالک میں رائج ہے۔ اور کمیونزم نظام جس کا دوسرا نام اشتراکیت ہے روس اور چین کے عوام پر مسلط ہے۔ اسلام نے ان کے مقابلہ میں ایک عادلانہ اور افراط وتفریط سے منزّہ نظام پیش کیا جسے اعتدالیت کے نام سے عنوان دیا جاتا ہے۔

اب ذرا تقابل کرکے عقل کی کسوٹی پر پرکھنا چاہیئے۔

یورپی نظام معشیت:۔

یورپی نظام کا تمام تر سہارا خود اختراعی مسیحیت پر ہے اور مسیحیت کا اپنا مزاج رومی سیاست اور یہودی نفاق کے سبب توحید و اتحاد کے بجائے تثلیث و افتراق بن چکا تھا۔ پھر کیوں کر یہ ممکن تھا کہ مسیحیت مادیت اور روحانیت کے لیے کوئی متحد راہ متعین کر سکتی۔ لہذا وہی ہوا جو متوقع تھا کہ اس نے روح اور مادہ کو اضداد میں تقسیم کر کے ہر ایک کی ترقی کو دوسرے کی موت بنا دیا۔ نتیجۃً اس فکر کے پیروکاروں کی اکثریت کے تہذیب کا معراج کمال صرف مادیت اور سائنس کے مادی سربستہ رازوں کا پا نا رہ گیا۔ اس کا انجام یہ ہؤا کہ مسیحیت ان کے ہاتھوں میں ایک کھلونا ہو گئی اور وہ ایک ایسی موم تھی جسے من چاہی شکل دے دینا آسان تھا۔ لہذا دین و دنیا کا افتراق ان کے اذہان میں ایسا پروان چڑھا کہ بس دلوں میں دنیا ہی بس کر رہ گئی اور اس کی ہوس میں سرمایہ دارانہ نظام وجود میں آیا جس کا مطلب صرف یہ تھا کہ دولت چند ہاتھوں گردش کرتی رہے اور محدود تر ہو جائے اور غربا مجبور محض ہو کر بھوکوں مرتے رہیں اس نظام کے مفاسد کی تفصیل اگلے صفحات پر دیکھیئے۔

سرمایہ دارانہ نظام کے مفاسد

مفسد اول:۔

اس نظام کی پہلی خرابی یہ ہے کہ اس میں جذبۂ ایثار کا فقدان اور خود غرضی کا ظہور ہوتا ہے۔ حالانکہ جذبۂ ایثار ایسی محمود صفت ہے جس سے اقوام عالم ترقی کی شاہراہ پر گامزن ہوتی ہیں۔ اور قوموں کا مستقبل بنتا ہے۔ اسی صفت کی بدولت انسان کو سیاست عالم حاصل ہوتی ہے۔ بحوالہ امام غزالیؒ آں حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اسی صفت کی وجہ سے سید الانبیاء فخر الرسل کا لقب ملا کیونکہ آپؐ میں جذبۂ ایثار بدرجۂ اتم موجود تھا۔ لیکن سرمایہ دارانہ نظام کی بدولت انسان اس جذبہ سے محروم ہو کر خود غرضی میں مبتلا ہو جاتا ہے اس لیے کہ سرمایہ دارانہ نظام کی بنیاد سود اور جوئے پر قائم ہے۔ دوسرے لفظوں میں یہ کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔ کہ سرمایہ دارانہ نظام کا دوسرا نام ربوا اور قمار ہے اور یہ تینوں الفاظ مترادف المعنے ہیں جن کے ضمن میں خود غرضی، بے مروتی، ظلم و ستم اور عیاشی مضمر ہے۔

سود :-

سود دورِ حاضر کی شاہ رگ بن چکی ہے۔ جس سے خود غرضی پیدا ہوتی ہے۔ اور جذبہ ایثار فنا ہوتا ہے۔ ارشاد ربانی ہے۔

(۱) واحل اللہ البیع و حرم الربوٰا ۔ اور اللہ تعالیٰ نے خرید و فروخت کو حلال اور سود کو حرام کیا۔

اس آیت میں نفس مسئلہ پر روشنی ڈالی گئی کہ بیع مطلقاً جائز ہے۔ اور ربوا مطلقاً حرام ہے (خواہ کم ہو یا زیادہ)

(۲) یاایھا الذین امنوا لاتأکلوا الربوٰا اضعافاً مضٰعفۃ ۔ اے ایمان والو سود دوگنا چوگنا مت کھاؤ۔

اس آیت میں وقوعی حالات سے منع کرتے ہوئے سود کی حرمت کا ذکر فرمایا۔

اشکال :-

بعض لوگ کہتے ہیں از روئے آیۃ بالا دوگنا، چوگنا سود حرام ہے۔ اس سے کم سود لینا جائز ہے۔

جواب :-

جیسا کہ بالا دونوں آیات کے ترجمہ کے ساتھ عرض کیا گیا ہے۔ سود قلیل ہو یا کثیر مطلقاً حرام ہے۔ سو پہلی آیت میں اسی طرف اشارہ ہے اور دوسری آیت میں قلیل کا جواز نہیں بلکہ اس زمانہ میں جو رسم بد دوگنا چوگنا سود لینے کی تھی اس سے روکا گیا کیونکہ حالات ایسے تھے کہ غریب لوگ بحالت مجبوری و ناچاری قرض لیتے جسے وہ جلد اپنی ضرورت میں خرچ کر دیتے اور ہمیشہ کے واسطے دولت مندوں کے پنجے میں گرفتار ہو جاتے۔ قرض ادا کرنے کا تو ذکر ہی کیا سود دوگنا چوگنا ہو جاتا ہے اور وہ سود در سود ادا کرتے کرتے زندگی گذار دیتے دولت مند غریبوں کی حقیر کمائی میں برابر کے زندگی بھر شریک ہوتے اور جونک کی طرح ان کا خون چوستے رہتے حتے کہ بعض ممالک میں تو جو لوگ قرض ادا نہ کر سکتے تھے۔ وہ از روئے قانون قرض دہندوں کے غلام قرار پاتے اسی لیے کہا جاتا ہے کہ سود خوری معاشرہ کا اس قدر بدترین جرم ہے کہ چوری سے بھی اس کے اثرات زیادہ زہریلے ہیں کیونکہ چور کبھی یہ نہیں چاہتا کہ لوگ بھوکے ہوں، نادار ہوں بلکہ وہ خواہش کرتا ہے کہ لوگ خوش حال ہوں اور مال عمدہ سے عمدہ میرے ہاتھ لگے مگر سود خور ایسا ناگ ہے جو ہر وقت اسی گھات میں رہتا ہے کہ لوگ بھوکے ننگے ہوں معاشرہ میں ناداری بڑھے تاکہ غریب زیادہ تعداد میں ہوں۔ اور تنگ ہو کر اس کے پاس آئیں اور اس کا سودی کاروبار پروان چڑھے اور سود کا انجام یہ ہوتا ہے کہ امیر امیر ہوتا جاتا ہے اور غریب غریب تر۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے وعید کی۔

۳- فان لم تفعلوا فاذنوا بحرب من الله ورسولہ ۃ اگر تم سود سے نہ رکے تو اللہ تعالے اور اس کے رسول کے ساتھ جنگ کے لیے تیار ہو جاؤ۔

کس قدر سخت وعید ہے۔ وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالے کو اپنی مخلوق بے حد پیاری ہے اور سود خور مخلوق کا بدترین دشمن ہے کہ زندگی بھر ان کا خون چوستا ہے۔

جوا:۔

اس کو عربی میں قمار اور میسر کہتے ہیں یہ بھی سود کی طرح معاشرہ کے لیے تباہ کن اور مہلک بیماری ہے اس کے ذریعہ بھی دنیا کی دولت سمٹ کر چند افراد کے ہاتھوں آجاتی ہے۔ اور غربا مغلوک الحال ہو جاتے ہیں یہ بھی سرمایہ دارانہ نظام کی اہم کڑی ہے چنانچہ اقوام متحدہ کی رپورٹ ۵۲ء ملاحظہ ہو۔

جوئے کا انجام:۔

"یورپ اور امریکہ میں ۵۲ ارب روپیہ سالانہ جوئے بازی کے ذریعہ حاصل کیا جاتا ہے" جس کا مطلب یہ ہے کہ ساری دنیا کے لیے سالانہ خوراک جوا باز سمیٹ لے جاتے ہیں۔ قرآن مجید میں اللہ تعالے نے اسے بھی سود کی طرح حرام قرار دیا ہے۔

جوئے کی متعدد اقسام مثلاً لاٹری، بیع الحصاۃ، بیع المزابنہ، بیع الملامسہ سب کو اسلام نے ناجائز قرار دیا ہے تفصیل کے لیے کتب فقہ کی طرف رجوع کریں۔

مقصد دوم:۔

سرمایہ دارانہ نظام کی بدولت انسان سخاوت جیسی عظیم صفت سے محروم ہو کر بخل جیسی قبیح وصف کا حامل ہو جاتا ہے سخاوت ایک ایسا محمود جذبہ ہے جس پر تمام معاشرہ کی بنیاد قائم ہے۔ کیونکہ جو آدمی سرمایہ داری کو اپنالے وہ سخاوت کیسے کرے گا اور سخاوت کی بندش سے غربا تباہ ہو جائیں گے۔

اس لیے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

السخی حبیب اللہ ولو کان فاسقاً	سخی اللہ کا دوست ہے اگرچہ فاسق ہو۔
البخیل عدو اللہ ولو کان عابداً	بخیل اللہ کا دشمن ہے اگرچہ عبادت گذار ہو۔

مفسد سوم :-

اکتنازیت کی وجہ سے انسان جذبہ شجاعت سے محروم ہو کر بزدلی کا شکار ہو جاتا ہے۔ حالانکہ جذبہ شجاعت قوموں کی بقا کا ضامن ہے اور بزدلی قوموں کے زوال کی پیش خیمہ ہے۔ کیونکہ جو آدمی محبوب بالعرض یعنی مال کو قربان نہیں کر سکتا وہ محبوب بالذات یعنی جان کو کیسے قربان کرے گا۔ لامحالہ بزدل اور ڈرپوک بنے گا اور فطرتاً مال کا دھنی نفسیاتی طور پر بزدل ہوتا ہے موت سے گھبراتا ہے اور سوچتا ہے کہ مر گیا تو دولت ہاتھ سے چھن جائے گی۔

مفسد چہارم :-

سرمایہ دارانہ نظام کی وجہ سے انسان شفقت و ہمدردی کی بجائے ظالم بن جاتا ہے۔ رحم اس کی سرشت سے نکل جاتا ہے حالانکہ انسان میں انس ہونی چاہیئے۔ اور درندگی سے کنارہ کشی۔ مگر سرمایہ دار کو رحم اور انس سے کیا واسطہ، غریبوں کو لوٹ کھسوٹ کر اپنی تجوریوں کو بھرو۔

مفسد پنجم :-

اس نظام کی بدولت انسان مشقت اور جفاکشی سے محروم ہو کر تعطل اور بے کاری میں مبتلا ہو جاتا ہے جسے گھر بیٹھے زر اندوزی کا موقعہ ملے وہ محنت و مشقت کیونکر کرے گا۔

مفسد ششم :-

سرمایہ داری اخوت و مروت انسانیہ کو عداوت میں تبدیل کر دیتی ہے۔ سرمایہ دار اس انتظار میں رہتا ہے کہ لوگ محتاج ہوں اور اس کے آگے ہاتھ پھیلائیں۔ اور اس کا کاروبار ترقی کرے اور وہ ایک بھیڑیے کی طرح انسانی روپ دھار کر شکار کی تاک میں رہتا ہے اور غرباء کا خون چوستا ہے۔

مفسد ہفتم :-

سرمایہ داری کی وجہ سے انسان سادہ زندگی کی بجائے عیاشی پر اتر آتا ہے۔ اور ہزاروں برائیوں کا مرتکب ہوتا ہے کیونکہ سرمایہ دار کے پاس جب دولت کی فراوانی ہوتی ہے تو عام طور پر وہ اسے بے راہ رویوں پر مسرفانہ خرچ کر کے معاشرہ کو تباہ کرتا ہے۔ زنا کرتا ہے۔ جوا کھیلتا ہے۔ شراب خوری کرتا ہے۔ سگرٹ نوشی کرتا ہے۔ بے حیا نمائشی پروگرام اٹنڈ

کرتا ہے۔

اس سلسلہ میں اس نظام کے علمبرداروں کا حال سنیئے۔

امریکہ کا خواہشاتی جنون:۔

(۱) امریکہ کے باشندے ہر سال صرف شراب پر ۱۹ ارب ۵۱ کروڑ ڈالر خرچ کرتے ہیں۔ اور کثرت شراب نوشی کی وجہ سے جب وہ کام کے قابل نہیں رہتے۔ تو حکومت عدم کارکردگی کے سلسلہ میں ان پر دو سو کروڑ ڈالر اور متعلقہ جرائم میں ۵۷ کروڑ ڈالر اور طبی اخراجات کے سلسلہ میں ۴ کروڑ ڈالر مجموعہ ۱۵ ارب ۸۰ کروڑ ڈالر خرچ کرتی ہے[1]

(۲) امریکہ میں کولمبیا کے بیس ہزار طلبائے جنسی جذبات سے بوکھلا کر لڑکیوں کے ہوسٹلوں پر ہلہ بول دیا اور ان کے کپڑوں کو اتار کر ناگفتہ بہ حرکت کی۔

(۳) اسلامی مجاہدین نے مراکش سے کاشغر تک ملک فتح کیے مگر زنا کا ایک واقعہ پیش نہ آیا۔ لیکن امریکن فوجیں جب مختصر وقت کے لیے جاپان میں داخل ہوئیں تو عورتوں سے بدکاری کے نتیجہ میں بیس لاکھ حرامی بچے بطور یادگار چھوڑ گئے[2]

برطانیہ کا خواہشاتی جنون:۔

برطانیہ نے حال ہی میں ملکہ الزبتھ کی تاجپوشی کے موقعہ پر صرف شراب نوشی پر ۴ کروڑ روپے اور آرائش وغیرہ پر اربوں روپے خرچ کیے[3]

اس قسم کے متعدد واقعات ملتے ہیں جن سے واضح ہو جاتا ہے کہ سرمایہ دارانہ نظام کے علمبردار کس قدر عیاش ہیں۔ اور اسراف کے مرتکب ہیں۔

دور نہ جایئے ہندوستان میں شاہ جہان کے زمانہ کی برکات میجر باسو نے اپنی کتاب ہندوستان میں عیسائی اقتدار کا عروج کے صفحہ ۱۸ پر اس طرح رقم کیا۔ دولت و اطمینان، امن و سکون کا جو نظارہ شاہ جہان کے وقت دیکھا وہ بلاشبہ، بے مثال و بے نظیر تھا۔ لیکن انگریز کے عیاشیانہ نظام قائم ہو جانے کے بعد ہندوستان میں جو حال ہوا وہ سب پر نمایاں ہے انگریز سے قبل ہندوستان میں عرصہ تنو سال میں صرف تین بار قحط آیا اور انگریز کے آجانے کے بعد بظاہر ترقی ہو گئی مگر ہر چھ سال کے بعد قحط آیا۔

---

[1] نیویارک کی سرکاری رپورٹ و جولائی ۱۹۵۲ء [2] رپورٹ مندرجہ ماہنامہ نقاد کراچی جولائی ۱۹۵۲ء [3] امروز ۳ جون ۱۹۵۲ء

اسلامی اور یورپی نظام کا خاکہ اجمالی حسبِ ذیل ہے

اسلام کا اقتصادی نظام

(۱) دولت و ذرائع دولت کے مخصوص طبقہ میں محدود ہو کر عوام کی معاشی ہلاکت کا باعث بننا حرام ہے۔

(۲) انفرادی ملکیت پر شرائط کی حدود عائد ہیں۔

(۳) انفرادی ملکیت اجتماعی حقوق کے زیر اثر ہے۔

(۴) اقتصادی نظام کی بنیاد عوام کے مفاد اور حاجات کے انسداد پر قائم ہے۔

(۵) عام معاشی خوشحالی ضروری ہے۔

(۶) معاشی دستبرد کے ذریعہ حاکمیت و محکومیت اقوام لعنت ہے۔

(۷) اکتناز و احتکار کی مطلق گنجائش نہیں۔

قسطائی اقتصادی نظام

(۱) دولت و ذرائع دولت کو مخصوص طبقہ کی انفرادی و اجتماعی اغراض کے لیے ہونا ازبس ضروری ہے۔

(۲) انفرادی ملکیت لامحدود ہے۔

(۳) انفرادی ملکیت اجتماعی حقوق و مفاد عامہ سے مستغنی اور بالاتر ہے۔

(۴) اقتصادی نظام کی بنیاد مخصوص افراد اور خاص طبقہ کے مفاد پر قائم ہے۔

(۵) عوام کی معاشی بدحالی و کساد بازاری اس کا لازمی نتیجہ ہے

(۶) معاشی دستبرد کے ذریعہ غلامی اور اقوام کی محکومی ازبس لازمی ہے

(۷) اکتناز و احتکار ضروری ہے۔ اور موجب سعادت امور اقتصادی ہے۔

سرمایہ دارانہ نظام کے بعد اشتراکیت کا مطالعہ کیجئے۔

اشتراکی نظام

جب سرمایہ داری نے مادی ترقی کے ذریعہ دنیا کو جہنم کدہ بنا دیا اور دولت پر قبضہ کر کے عیش پرستی کو پروان چڑھایا اور دولت و ثروت چند ہاتھوں میں گردش کرنے لگی اور اقوام متحدہ کی رپورٹ کے مطابق نصف دنیا بھوکوں مرنے لگی ان حالات میں جس کی توقع کی جا سکتی ہے وہی ہوا غربا بھوک سے تنگ آکر بغاوت پر آمادہ ہوئے اور ایک دوسرے نظام نے کروٹ لی۔ اور مساوات کے نعرہ میں اکثر دنیا گم ہو گئی اور کمیونزم یا اشتراکی نظام وجود میں آیا کسی بزرگ نے خوب فرمایا کہ سرمایہ داری ایک ایسی مرغی ہے جو کمیونزم کی شکل میں بچے پیدا کرتی ہے۔ کمیونزم کا اولین محرک ہیگل کا شاگرد اور لینن کا استاد کارل مارکس تھا۔

کارل مارکس :۔

کارل مارکس ٹرلیوز میں پیدا ہوا اس کا عرصہ حیات ۱۸۱۸ء سے ۱۸۸۳ء تک کا ہے۔ اس کی کل عمر ۶۵ سال کی تھی۔ مارکس کے والدین یہودی تھے جنہوں نے جرمنی توطن اختیار کرنے کے بعد عیسائیت کو قبول کیا۔ اس کی تعلیم جرمنی یونیورسٹی میں ہوئی اور اس زمانہ کے نامور جرمنی فلسفہ دان فریڈرک ہیگل کی زیر نگرانی فلسفہ میں ڈاکٹری کی سند حاصل کی۔ وہ کسی یونیورسٹی میں پروفیسر بن کر زندگی گذارنا چاہتا تھا۔ مگر جمہوری خیالات وافکار کے ذہنی تلاطم نے اس میں رکاوٹ پیدا کر دی۔ اس نے سرمایہ دارانہ نظام کے ظلم و تشدد کو دیکھ کر اس کے خلاف ایک کتاب تصنیف کرتے ہوئے ایک نئے نظام کی طرح ڈالی جو بعد میں ایک مستقل تحریک بن کر اشتراکیت کے رنگ میں روس اور چین میں نمودار ہوا۔ اس نظام کا ظاہری نعرۂ مساوات ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ تمام ذرائع معاشیات میں ملک کا ہر فرد برابر کا حصہ دار ہے ہر آدمی کہ وہ صرف خورد ونوش اور پوش حاصل کر سکتا ہے باقی جو کمائے اس میں اس کا کوئی حق نہیں وہ حکومت کے خزانہ میں جمع ہو جانا چاہیئے یہ نظام مساوات کے پردے میں تفریط کا منبع اور ہزاروں مفاسد کا سرچشمہ ہے۔

مفاسد اشتراکی نظام

قباحت اول :۔

اس نظام میں پہلی اور بنیادی خرابی اعتقادی ہے۔ انسان کا دنیا میں آنے کا اولین مقصد ارتباط مع اللہ ہے اس ارتباط اعتقادی میں مؤثر اعظم تصور رزاقیت ہے۔ کہ اللہ روزی دیتا ہے، یعنی تمام حوائج انسانی کو پورا کرنے والا صرف اللہ تعالےٰ ہے۔

اس تصور سے اللہ تعالےٰ کے ساتھ تعلق مستحکم ہوتا ہے۔ اور عبد و معبود کا رشتہ پختہ ہو جاتا ہے۔ اور قوی کے تعلق سے انسان زیور شجاعت سے مزین ہوتا ہے۔ اور وحدت مرکز کے تصور سے انسانوں میں وحدت پیدا ہوتی ہے اگر انسان کو ایسی راہ پر ڈال دیا جائے کہ حوائج کا فیضان اللہ تعالےٰ سے کاٹ کر حکومت کی طرف جوڑ دیا جائے تو انسان کا مرکز تصور حکومت بن جائے گی اور وہ اللہ تعالےٰ کے تعلق سے محروم ہو جائے گا۔ یہی وجہ ہے کہ جہاں اشتراکیت نے قدم جمایا وہاں دہریت آموجود ہوئی۔ اور لوگ خدا تعالےٰ کے منکر ہو گئے اسی لیے اللہ تعالےٰ نے روزی کے مسئلہ کو قرآن مجید میں بندگی کے ساتھ ذکر کیا۔

وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون ما اريد منهم من رزق وما اريد ان يطعمون ان الله هو الرزاق ذو القوة المتين (ذاريات)

میں نے جن وانس کو صرف اپنی بندگی کے لیے پیدا کیا نہ ان سے میں روزی چاہتا ہوں اور نہ یہ کہ مجھے کھلائیں بیشک اللہ تعالٰے ہی روزی دینے والے اور پوری قدرت رکھنے والے ہیں۔

اس کا مطلب صرف یہی ہے کہ جب روزی اللہ تعالٰے سے متصور ہو گی تو عقیدہ توحید میں پختگی ہو گی مگر اشتراکیت روزی کا مسئلہ بندوں سے جوڑا۔ ارتباط مع اللہ ختم ہوا حقیقت یہ ہے کہ اشتراکیت چند منفیات کا نام ہے، بادشاہ کوئی نہیں مذہب کوئی نہیں، خدا کوئی نہیں۔

قباحت دوم

اشتراکیت کی دوسری قباحت اخلاقی ہے۔ اور انسان انسانی شرافت سے گر کر جمادات وحیوانات کے مساوی ہو جاتا ہے۔ اس لیے کہ انسان مشینی کل پرزے کی طرح کام میں لگ کر انفرادی حیثیت سے محروم ہو جاتا ہے اور اس کی خود مختاری فنا ہو جاتی ہے۔ جب اس کی خود مختاری ختم ہوئی تو اخلاق کیسے باقی رہے گا بلکہ وہ مشین کا ایک پرزہ ہو گا جو حکومت کے ہاتھوں گردش کرے گا۔

قباحت چہارم

اس نظام کی تیسری قباحت معاشی خامی ہے۔ تفصیل یوں ہے کہ معاشی ترقی کے لیے محرک اول جذبہ اختصاص وتفوق ہے۔ انسان اکتساب میں دوڑ دھوپ کرتا ہے اور خود محنت کرتا ہے کہ حاصل شدہ مال کا واحد مالک ہوں گا۔ اس جذبہ کے تحت دوسروں سے بڑھنے کی کوشش کرتا ہے۔ اور جب تمام لوگوں کا یہی جذبہ ہو گا۔ تو ملک میں خوشحالی ہو گی اور معاشی ترقی ہو گی۔ اگر اسے یہ معلوم ہو جائے کہ جو کماؤں گا سب دوسرے لے جائیں گے۔ صرف روٹی ملے گی تو اس کا جذبہ کسب ومحنت سرد پڑ جاتا ہے۔ اس سے معاشی بحران کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اور ملک نقصان سے دوچار ہوتا ہے۔ چنانچہ تجربہ شاہد ہے۔ کہ روس میں پولیس کے ذریعہ کام لیا جاتا ہے اس تحریک میں بھی غرباء کو فریب دیا جا رہا ہے۔ بظاہر مساوات کا نعرہ ہے۔ اور مزدور کی حمایت کا پروپیگنڈہ مگر درپردہ حکومت اپنی عیاشی کا سامان مہیا کرتی ہے۔ چنانچہ سرمایہ اور اشتراکیت کتاب میں مرقوم ہے کہ سٹالن جو اشتراکیت کا علمبردار تھا اس کی ایک لاکھ روپیہ ماہوار تنخواہ تھی۔ کیا یہی مساوات یا غرباء کو فریب۔ اس کے علاوہ مکان اور موٹر مفت۔ کل ضروریات زندگی ½ قیمت پر مہیا کی جاتی تھیں۔ تو اس حساب سے اس کی تنخواہ دو لاکھ ماہانہ

بنتی ہے۔

قباحت چہارم :۔

معاملاتی قباحت ہے۔ اس نظام کی بنیادی جھگڑے پر ہے۔ کہ غریب امیر آپس میں لڑتے رہیں۔ اور ایک دوسرے کی محبت اور معاملاتی تعاون سے محروم رہیں۔ حالانکہ اصلاح معاشرہ تعاون کے بغیر ناممکن ہے۔

قباحت پنجم :۔

اس نظام کی پانچویں خرابی فطری قباحت ہے۔ کیونکہ اشتراکیت مقصد درجات معیشت میں مساوات قائم کرنا ہے اور یہ فطرت کے صریح خلاف ہے۔ دراصل کمانے والے ہاتھ پاؤں نہیں بلکہ فطرت انسانیہ ہے اور فطری صلاحیت میں اختلاف ہے تو کمانے میں بھی تفاوت ضروری ہوگا۔ اب اگر صلاحیت کے اختلاف کے باوجود سب انسانوں کو ایک راہ پر ڈال کر مساوات کا سبق دیا جائے تو یہ ایسے ہوگا۔ کہ انسان اپنے دو مختلف طبائع کے لڑکوں (ذہین۔ غبی) کو ایک جماعت میں داخل کیے رکھے غبی فیل ہو جائے اور ذہین پاس لیکن مساوات کا نعرہ لگا کر ذہین کو وہ پھر اسی جماعت میں داخل کرا دے۔ کیا یہ مساوات ہے یا ظلم۔ اسی طرح جب کہ انسانی فطرت میں صلاحیت جدا جدا ہے تو درجات میں مساوات ناممکن ہے۔ یاد رکھنا چاہیئے کہ روس اور چین کی فطرت کے خلاف جنگ ہے۔ فطرت نے بہرحال غالب آنا ہے۔ سٹالن کی بیٹی سونیلانہ تائب ہو چکی ہے۔ اور اس نے اشتراکیت سے بے زاری کا اعلان کر دیا ہے۔ انشاء اللہ تعالےٰ عنقریب اسلام کی فتح ہو گی۔ اور لوگ راہ اعتدال پر چلنے کے لیے مجبور ہوں گے۔

اسلام اور اشتراکیت کے اقتصادی نظام کا اجمالی نقشہ

اسلام کا اقتصادی نظام	اشتراکی اقتصادی نظام
(۱) دولت و ذرائع دولت میں انفرادی ملکیت کو تسلیم کرتے ہوئے اس کی حدود قائم رکھنا۔	(۱) دولت و ذرائع دولت سے انفرادی ملکیت کو مٹایا جائے۔

(۲) حق معیشت کی مساوات کے اعتراف کے ساتھ بلحاظ معیشت اختلاف مدارج تسلیم کرتے ہوئے احتکار کو روکنا۔

(۳) بلحاظ معیشت اختلاف درجات کا انکار کیا جائے اور معاشی لحاظ سے بھی سوسائٹی میں مساوات تسلیم کی جائے۔

اب ذرا ان دونوں اقتصادی نظامات کے بعد اسلام کا معاشی نظام تفصیل کے ساتھ ملاحظہ فرمائیں اور موازنہ خود قائم فرمائیں۔

اسلام کا اقتصادی نظام راہِ اعتدال

محققین معاشیات نے کہا ہے کہ اعتدال میں درج ذیل امور ضروری ہیں۔

امر اوّل :۔

یہ کہ حقوق میں مساوات ہو اور درجات معیشت میں مساوات نہ ہو۔ یعنے روزی کمانے کا حق سب کو حاصل ہو اور اس میں مساوات ہو۔ لیکن درجات معیشت میں مساوات نہ ہو۔ چاہے کوئی تھوڑا کمائے یا زیادہ۔

امر دوم :۔

اکتساب مال میں تحدید ہو، جائز ذرائع سے حاصل کیا جائے۔ اور ناجائز ذرائع سے پرہیز ہو اور اس کا نفاذ بذریعہ قانون کیا جائے۔

امر سوم :۔

انفاق مال میں بھی تحدید ہو۔ کہ فلاں جگہ خرچ کرو اور فلاں جگہ خرچ نہ کرو۔

امر چہارم :۔

مال و دولت کو متحرک کیا جائے۔ تجوریوں میں بند کر کے نہ رکھا جائے۔

امر پنجم :۔

دولت مندوں اور فقراء کے درمیان تعاون کا رابطہ قائم کیا جائے۔

تشریح حسبِ ذیل ہے

امرِ اوّل :-

مساوات اسلام کا زرین اصول ہے۔ اس میں نہ قوم کا سوال ہے نہ رنگ و نسل کا۔ نہ ملک اور علاقہ کا۔ نہ اپنے اور پرائے کا۔ اسلام نے سب کو ایک آنکھ سے دیکھا ہے اور برابری قائم کی۔ مساوات کی تین قسمیں ہیں، مساوات فی الحقوق۔ مساوات در اجزاء قانون۔ مساوات فی درجات اقتصادی نظام۔ اسلام نے پہلی دونوں کو قائم رکھا اور اپنے پیروؤں کو سختی کے ساتھ پابند کیا مگر تیسری مساوات چونکہ فطرت کے صریح خلاف تھی اس کو توڑ دیا۔ مساوات فی الحقوق کے بارے میں ارشاد ربانی۔

خلق لکم ما فی الارض جمیعًا ۃ جو کچھ زمین میں موجود ہے اللہ تعالے نے تم سب کے لیے پیدا کیا۔

مولٰنا محمود الحسنؒ شیخ الہند اس آیت کی تفسیر میں ارشاد فرماتے ہیں۔ جملہ اشیاء عالم بدلیل فرمان واجب الاذعان خلق لکم ما فی الارض جمیعًا ہ تمام بنی آدم کی مملوک معلوم ہوتی ہیں۔ یعنی غرض خداوندی تمام اشیاء کی پیدائش سے سدِ حوائج جملہ ناس (انسان) ہے اور کوئی شے فی حد ذاتہٖ کسی کی مملوک خاص نہیں۔ بلکہ ہر شے اصل خلقت میں جملہ ناس میں مشترک ہے اور من وجہ سب کی مملوک ہے۔ ہاں بوجہ رفع نزع و حصول انتفاع قبضہ کو علت ملک مقرر کیا گیا اور جب تک کسی شی پر ایک شخص کا قبضہ تامہ مستقلہ باقی رہے۔ اس وقت تک کوئی اور اس میں دست درازی کر نہیں سکتا۔ ہاں خود مالک و قابض کو چاہیئے کہ اپنی حاجت سے زائد پر قبضہ نہ رکھے بلکہ اس کو اوروں کے حوالے کر دے کیونکہ باعتبار اصل اوروں کے حقوق اس کے ساتھ متعلق ہو رہے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ مال کثیر حاجت سے بالکل زائد جمع رکھنا بہتر نہ ہوگا۔ گو زکوٰۃ بھی ادا کر دی جائے۔ اور انبیاء و صلحاء اس سے بغایت مجتنب رہے۔ چنانچہ احادیث سے یہ بات واضح ہوتی ہے۔ بلکہ بعض صحابہ و تابعین وغیرہ نے حاجت سے زائد رکھنے کو حرام فرما دیا۔ بہرکیف غیر مناسب و خلاف اولے ہونے میں تو کسی کو کلام ہی نہیں۔ اس کی وجہ یہی ہے۔ کہ زائد علی الحاجت سے اس کی تو کوئی غرض متعلق نہیں۔ اور اوروں کی ملک من وجہ اس میں موجود۔ تو گویا شخص مذکور من وجہ مال غیر پر قابض و متصرف ہے۔ اور اس کا حال بعینہ مال غنیمت کا سا تصور کرنا چاہیئے۔ وہاں قبل تقسیم یہی قصہ ہے۔ کہ کل مال غنیمت تمام مجاہدین کا مملوک سمجھا جاتا ہے مگر بوجہ ضرورت و حصول انتفاع بقدر حاجت ہر کوئی مال مذکور سے منتفع ہو سکتا ہے ہاں حاجت سے زائد جو رکھنا چاہے۔ اس کا حال آپ کو بھی معلوم ہے کہ کیا ہونا چاہیئے (یعنی خائن شمار ہوگا)[1]

---

[1] ایضاح الادلہ ص ۲۶۸۔

اور اسی طرح اجراء قانون اور حدود میں بھی مساوات ہے۔
ارشاد ربانی ہے۔

الحر بالحر والعبد بالعبد والانثیٰ بالانثیٰ (البقرہ) (قصاص لیا جائے) آزاد بدلے آزاد کے، غلام بدلے غلام کے اور عورت بدلے عورت کے۔

خلاصہ یہ کہ معاشی اور قانونی حقوق میں مساوات ہے۔ اونچ نیچ کا کوئی سوال نہیں۔ البتہ معیشت کے لحاظ سے درجات میں فرق ہے۔

اھم یقسمون رحمت ربک نحن قسمنا بینھم معیشتھم فی الحیوٰۃ الدنیا ورفعنا بعضھم فوق بعض درجٰت ٥ — کیا وہی (کفار) تیرے رب کی رحمت تقسیم کرتے ہیں حالانکہ لوگوں کی روزی اس زندگی میں ہم نے تقسیم کی۔ اور ہم نے بعض کو بعض پر درجہ میں بلند کیا ہے۔

متعدد آیات سے یہ مضمون واضح ہے۔ کہ درجات میں فرق فطری ہے۔ اور فطری نظام پورا ہو کر رہتا ہے۔

امر دوم :-

تحدید فی الاکتساب یعنی کمانے میں حدود مقرر ہوں۔ جائز طریقوں سے کماؤ اور ناجائز ذرائع سے رک جاؤ۔ ورنہ معاشرہ تباہ ہو جائے گا۔ اور امیر امیر تر ہو جائے گا۔ اور غریب غریب تر ہو کر ذلیل رہے گا اس لیے اسلام نے اکتساب میں حد بندی قائم کرتے ہوئے قوانین کا نفاذ کر کے ضابطہ کے تحت اس امر کو مستحکم کیا ان میں سے بطور مثال چند قوانین درج ذیل ہیں۔
قانونِ ربوا۔ قانونِ قمار۔ قانونِ رشوت۔ قانونِ غصب و سرقہ۔ قانونِ عقود فاسدہ۔

قانون ربوا :-

احل اللہ البیع وحرم الربوا ٥ — اللہ تعالیٰ نے سود کو حرام اور بیع کو حلال کیا۔
اس مسئلہ کی تفصیل سابقہ اوراق پر ملاحظہ فرما دیں۔

قانون قمار :-

جوئے کے متعلق ارشاد فرمایا۔

یا ایہا الذین امنوا انما الخمر والمیسر والانصاب والازلام رجس من عمل الشیطٰن فاجتنبوہ لعلکم تفلحون (مائدہ) اے ایمان والو شراب، جوا، بت اور پانسے کار شیطان سے ہیں۔ تم ان سے بچو تاکہ کامیاب ہو جاؤ۔

قانون رشوت:۔

لاتاکلوا اموالکم بینکم بالباطل وتدلوا بھا الی الحکام لتاکلوا فریقاً من اموال الناس بالاثم وانتم تعلمون (بقرۃ) تم آپس میں ایک دوسرے کے مال ناحق نہ کھاؤ۔ نہ پہنچاؤ تم حکام کی طرف تاکہ کھاؤ تم کچھ حصہ لوگوں کے مالوں سے گناہ کے ساتھ حالانکہ تم جانتے ہو۔

قانون غضب وسرقہ:۔

السارق والسارقۃ فاقطعوا ایدیھما (مائدہ) چور مرد اور عورت کے ہاتھ کاٹ دو۔

قانون عقود فاسدہ:۔

عن جابرؓ انہ سمع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ حرم بیع الخمر والمیتۃ والخنزیر والاصنام (الاوطار - ج ۵) حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ انھوں نے جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ نے فرمایا بیشک اللہ تعالےٰ نے شراب، مردار، خنزیر اور بتوں کی بیع حرام کردی۔

امر سوم:۔

تحدید الانفاق۔ مال خرچ کرنے میں حد بندی ہو۔ اسراف اور فضول خرچی سے جیسا کہ عیاش قومیں کرتی ہیں مسلمانوں کو سختی سے منع کیا گیا تاکہ ضروری امور میں تکلیف نہ پیش آئے۔

ارشاد ربانی ہے۔

ان المبذرین کانوا اخوان الشیٰطین (بنی اسرائیل) بے جا خرچ کرنے والے شیطان کے بھائی ہیں۔

اور جائز مصارف میں مسلمانوں کو میانہ روی کی تعلیم دی۔

والذین اذا انفقوا لم یسرفوا ولم یقتروا وکان بین ذالک قواماً ۵ (فرقان) اور نیک لوگ خرچ کرنے میں اسراف اور بخل سے بچتے ہوئے میانہ روی اختیار کرتے ہیں۔

امر چہارم :-

تحریک نفس الاحوال ہو۔ غربا، اور جہاد اور دیگر ضروری مصارف پر مال کو خرچ کر کے مال کو حرکت دی جاوے۔

مال کی مثال :-

۱۔ مال کی مثال پانی کی طرح ہے۔ اگر پانی چلتا رہے۔ تو صاف و شفاف رہتا ہے اور استعمال سے فائدہ دیتا ہے اگر بند کر دیا جائے تو ذائقہ بدل جاتا ہے اور ضرر رساں بن جاتا ہے۔

۲۔ مال اجتماعی زندگی کے لیے اس قدر ضروری ہے جیسے شخصی زندگی کے لیے خون۔

ابن خلدون نے کہا ہے۔

المال للحیوٰۃ الاجتماعیۃ کالدم للحیوٰۃ الشخصیۃ ہ — مال اجتماعی زندگی میں اتنا ضروری ہے۔ جس طرح شخصی زندگی کے لیے خون۔

اگر خون کو بے جا خارج کر دیا جائے تو زندگی کو خطرہ ہے اور اگر خون بدن میں منجمد ہو جائے اور بدن کے ہر عضو کو بقدر مناسب نہ ملے اور خون کا دورہ رک جائے تو بھی زندگی کو خطرہ لاحق ہو جاتا ہے اسی طرح مال بے جا خرچ کر دیا گیا تو مفلسی سے ہمکنار ہونا پڑے گا اور اگر مال کو تجوریوں میں بند کر دیا جائے تو بھی معاشرہ کو سخت نقصان کا سامنا کرنا پڑے گا۔ معلوم ہوا کہ مال کو اعتدال کے ساتھ حرکت دینا ضروری ہے۔

حرکت مال کی تقسیم :-

تحریک احوال کی دو قسمیں ہیں۔ موت سے قبل اور موت کے بعد۔ حرکت قبل الموت کی دو صورتیں ہیں واجبہ اور مندوبہ۔ تقسیمات واجبہ کی تین قسمیں ہیں۔ قانون زکوٰۃ۔ قانون عشر۔ قانون رکاز۔ اور ان کے علاوہ مندوبہ ہیں شامل ہیں۔

اور حرکت بعد الموت کے لیے اسلام نے میراث کی صورت میں قانون نافذ کیا۔

ارشاد ربانی ہے۔

واقیموا الصلوٰۃ واتوا الزکوٰۃ ہ (بقرہ) — نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

توخذ من الاغنیاء وترد علی الفقرآء ؕ زکوٰۃ دولت مندوں سے وصول کیجائے اور فقراء پر خرچ کی جائے۔

زکوٰۃ کا تعلق تین اشیاء سے ہے نقود۔ اجناس۔ چوپائے۔ اسلام نے الدین یسر (دین آسان ہے) کامظاہرہ کرتے ہوئے زکوٰۃ میں نہایت آسانی فرمائی۔

قانون عشر:۔

زکوٰۃ کے علاوہ اللہ تعالےٰ نے ارضی پیداوار میں بھی فقراء کا حصہ مقرر فرمایا اس کے لیے اللہ تعالےٰ نے آسان ضابطہ مقرر فرمایا۔ کہ اگر پیداوار مشقت سے حاصل ہو تو ۱/۲۰ حصہ فی سبیل اللہ دیا جائے گا۔ اور اگر بے مشقت حاصل ہو تو ۱/۱۰ حصہ دیا جائے گا۔

قانون رکاز:۔

جواہرات اور معدنیات کی کانوں سے ۱/۵ حصہ فی سبیل اللہ دیا جائے گا۔

بخاری شریف میں حدیث وارد ہوئی۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی الرکاز الخمس ؕ آپ نے ارشاد فرمایا کانوں میں پانچواں حصہ ہے۔

نوٹ:۔ صدقۃ الفطر، قربانی۔ منذورات۔ انفاق علی اہل وعیال بھی صدقہ درجبہ میں شامل ہیں۔

تقسیمات مندوبات:۔

تحریک اموال کا دائرہ مندوبات میں وسیع ہے۔

ارشاد ربانی ہے۔

یسئلونک ماذا ینفقون قل العفو ؕ (بقرہ) آپ سے خرچ کرنے کے متعلق لوگ سوال کرتے ہیں فرما دیجیے ضرورت سے زائد سب خرچ کر ڈالو۔

حضرت مولانا محمد انور شاہ کشمیری فیض الباری شرح بخاری میں فرماتے ہیں کہ مال میں فقراء کے لیے بھی واجبات کے علاوہ بھی حق ہے۔ مگر معین نہیں۔ میانہ روی کے ساتھ جتنا دے سکتے ہو دو۔ حقوق واجبہ تو بوجہ وجوب ضروری ادا کیے جاتے ہیں مگر حقوق مندوبہ کی ادائیگی کے سلسلہ میں محرکات کا انتظام کیا، بعض محرکات اعتقادی ہیں اور کچھ اخلاقی

محرک اعتقادی :۔

اللہ تعالے نے ترغیب دلاتے ہوئے دنیا میں مال بڑھنے کا اور آخرت میں اجر عظیم کا عقیدہ قائم کرایا ایک سالہ خرچ کرنے پر دس گنا اور ستر گنا اور سات سو گنا اور اس سے بھی زیادہ علے سبیل تفاوت کیفیت خلوص دینے کا وعدہ فرمایا۔ جب مسلمان کا آخرت میں ثواب پر اور دنیا میں مال کے متبرک ہونے پر ایمان ہوگا تو وہ مال کو بصورت استحباب خرچ کرتا رہے گا۔

محرک اخلاقی :۔

انّما المؤمنون اخوۃ (۵) حجرات، تمام مومن بھائی ہیں۔

جب انسان میں جذبہ اخوت موجزن ہوگا تو وہ طبعی میلان سے فقراء پر مال خرچ کرے گا امام غزالیؒ فرماتے ہیں۔ کہ انسان میں یہ جذبہ موجود ہے کہ وہ ہم جنس کی تکلیف نہیں برداشت کر سکتا۔ حالات صحابہ شاہد ہیں بشرطیکہ انسانیت درندگی میں بدل نہ چکی ہو۔

تحریک اموال بعد الموت :۔

تمام مذاہب عالم میں میراث کا عادلانہ کوئی قانون نہیں پایا جاتا۔ مگر اسلام چونکہ دین فطرت ہے اس لیے اس نے تمام فطری قانون پیش کرتے ہوئے عادلانہ قانون میراث پیش کیا۔ مرنے والے کی جائداد میں مرد اور عورت دونوں کو حصہ دار ٹھہرایا۔ اور ذوی الفروض عصبات۔ اور ذوی الارحام ۃ کی صورت میں درجہ بدرجہ سب کو وارث بنایا۔

اشکال :۔

میراث میں عدالت کو نظر انداز کرتے ہوئے مرد اور عورت کے حصہ میں مساوات نہیں۔ اسلام نے مرد کو دوگنا حصہ دیا ہے۔ یہ عورت پر ظلم ہے۔

جواب :۔

حکماء اور فقہاء کا ایک اصول ہے اگر فطرت میں عدم مساوات کی بناء پر حکم میں عدم مساوات ہو تو وہ حکم عین

فطری کہلائے گا۔ کیونکہ مرد اور عورت کی فطرت میں مساوات نہیں۔ بلکہ تفاوت ہے۔ اس لیے حکم میں مساوات کرنا انصاف نہیں بلکہ ظلم ہوگا۔ جو چیز جس قدر برداشت کی متحمل ہے۔ اتنا بار اس پر ڈالنا چاہیئے۔ عورت کی فطرت میں گھر اور اندرون خانہ کی ذمہ داری ہے۔ نہ اس پر کوئی انفاق (اولاد خاوند وغیرہ) واجب ہے اور نہ ہی اس کی سوسائٹی وسیع ہے۔ بلکہ مرد اس کے نان و نفقہ وغیرہ کا کفیل ہوگا۔ اور مرد پر دیگر اخراجات بھی ہیں۔ اس کے ذمہ بیرون خانہ کی ذمہ داریاں ہیں۔ اس کی سوسائٹی وسیع ہے۔ اس لیے شریعت نے مرد اور عورت کو وہی حق دیا جو اس کی فطرت کے مطابق تھا۔ تاکہ عدل و انصاف کا دامن چھوٹنے نہ پائے۔

امر پنجم :-

ارتباط بین الاغنیاء کی بحث فی الجملہ ہو چکی ہے۔ مزید معلومات بھی بہم پہنچائے دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ ہر مسلمان محنت کر کے کمائے۔ خود کھائے۔ دوسروں کو کھلائے۔ ٹانگیں پھیلا کر بیٹھ نہ جائے۔ کہ لوگ دیں گے اور ہم کھائیں گے۔ کوا بن کر بچوں کے ہاتھ سے نوالہ کی تاک میں نہ رہے۔ بلکہ شیر بن کر شکار کرے۔ اور دوسروں کی خدمت کرے۔ مگر اس کے باوجود جن لوگوں کی مقدر میں تنگ دستی اور مفلوک الحالی ہو۔ یا وہ لوگ جو اپاہج ہیں اور کمانے کے قابل نہیں اغنیاء کو حکم دیا کہ ان کا خیال رکھیں۔

ارشاد باری ہے۔

(۱) انما الصدقٰت للفقراء و المساکین والعاملین علیها والمؤلفة قلوبهم وفی الرقاب والغارمین وفی سبیل الله وابن السبیل۔ فریضة من الله والله علیم حکیم ٥ (سورہ توبہ)

یقیناً صدقات فقراء اور مساکین اور وصول کنندگان اور جن کی تالیف قلوب مقصود (نومسلم) اور اگر دو نوں کے آزاد کرانے مقروضوں۔ مجاہدین اور مسافروں کے لیے ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ہے۔ اور اللہ جاننے والے اور حکمت والے ہیں۔

صدقات کا انفاق ان آٹھ افراد میں منحصر ہے۔ ملکی رفاہی امور۔ ٹیکسوں اور دیگر ذرائع سے پورے کیے جائیں۔

(۲) وفی اموالهم حق للسائل والمحروم ٥ اور ان کے مالوں میں سائل اور محروم کا حق ہے۔

نہایت اختصار کے ساتھ تقابل ادیان اور تحریکات کر کے اسلام کا معاشی نظام پیش کیا گیا ہے۔

اور حتی الوسع اس کے جملہ گوشوں کو اجاگر کرنے کی سعی بلیغ کی گئی مگر کمزوری انسان کا جزو لازم ہے قارئین کرام سے التماس ہے کہ کوتاہیوں سے درگذر فرما کر مضمون کی افادیت کو ملحوظ رکھتے ہوئے پورا مقالہ پڑھنے کی زحمت گوارا فرماویں۔

آخری گذارش:۔

جیسا کہ مضمون میں معاشیات پر تفصیل کے ساتھ عرض کیا گیا ہے کہ اسلام حصول ذرائع معاشیات پر پوری محنت کی تعلیم دیتا ہے اور مسلمانوں کو شان و شوکت کے ساتھ دیکھنا چاہتا ہے مگر اس کے ساتھ ہی مسلمانوں کو تبلایا کہ کہیں اس فانی دنیا میں اس قدر* بزرگوں نے فرمایا کہ عالم دنیا سمندر تصور کرو اور انسان کو کشتی سمجھو۔ جس طرح کشتی سمندر کے بغیر باقی نہیں رہ سکتی اسی طرح انسان بھی دنیا کے بغیر زندگی نہیں گذار سکتا مگر کشتی اس وقت بے خطر رہتی ہے جب تک وہ سمندر کی سطح پر تیرتی رہے اس کے اندر پانی داخل نہ ہو۔ اگر پانی اس کے اندر بذریعہ سوراخ یا دیگر وجہ سے داخل ہو گیا تو کشتی خود بھی غرق ہو گی اور سواروں کو تباہ کرے گی اسی طرح انسان بھی اس وقت تک کامیاب زندگی گذارتا ہے جس وقت تک وہ دنیا میں رہے اور دنیا اس کے دل میں جاگزین نہ ہو اگر دنیا کی محبت اس کے دل میں داخل ہو گئی تو وہ خود بھی تباہ ہو گا اور معاشرہ کو بھی تباہ کرے گا۔ حدیث شریف میں اسی طرح اشارہ فرمایا۔

حب الدنیا رأس کل خطیئۃ ۃ دنیا کی محبت تمام برائیوں کا سرچشمہ ہے۔

اس لیے مسلمان کی شان یہ ہے کہ دنیا کا دائرہ صرف ہاتھوں کو بناتے ہوئے خوب ترقی کرے دل میں نہ گھسنے دے دل صرف اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کی محبت سے لبریز رہے۔ اور مکمل طور پر شریعت کی اتباع کرے۔ مولانا روم کے اس شعر پر مقالہ کو ختم کرتا ہوں

چیست دنیا! از خدا غافل بودن   نے قماش و نقرہ و فرزند و زن!

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔ وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ مناب۔

---

* مستغرق نہ ہو جانا کہ آخرت جو لازوال ہے پس پشت ڈال دو۔ دنیا کی محبت اتنی غالب نہ آئے کہ آخرت نظر انداز کر دی جائے۔